مظلوم فلسطینیوں کے حامیوں کے خلاف مغربی ممالک کا رخ

دنیا بھر میں اظہار خیال کی آزادی کا ڈھنڈورہ پیٹنے والے جرمنی کے طرز عمل پر مختلف حلقوں میں ناپسندیدگی کا اظہار کیا جارہا ہے۔ خیال رہے کہ یہ وہی جرمنی ہے جس کے حکمراں ہٹلر نے یہودیوں کے خلاف انسانیت سوز کارروائیاں کرکے لاکھوں معصوم اور بے گناہ یہودیوں کو موت کے گھاٹ اتار دیا تھا اور اسی طرز عمل کو پوری دنیا نے نسلی تطہیر قرار دے کر سیاسی رویوں میں ایک نئی اصطلاح کو مروج کیا تھا۔ آج وہی جرمنی جس کو ہٹلر کے دور اقتدار کی غلطیوں سے سبق حاصل کرنا چاہئے تھا وہی طرز عمل فلسطینیوں کے خلاف استعمال کر رہا ہے۔

گزشتہ 200 دنوں سے غزہ میں اسرائیل کی بربریت جاری ہے۔ 7/اکتوبر 2023 کے دہشت گردانہ حملوں کو جواز بنا کر اسرائیل نے عالم انسانیت کو بدترین المیہ سے دوچار کیا ہے۔ اسرائیل کو لگتا ہے کہ یہ ایک نادر موقع ہے کہ وہ غزہ کے فلسطینیوں کو صفحہ ہستی سے مٹا دے۔ اس المیے کا ایک بدترین پہلو یہ ہے کہ دنیا بھر میں انصاف پسند عوام فلسطینیوں کے حق میں مظاہرے کررہے ہیں اور بے خوف ہوکر کررہے ہیں لیکن مغربی ممالک ان مظاہروں کی حوصلہ شکنی کرنے میں کوئی کسر نہیں اٹھا رہی۔ ان میں سب سے بدترین صورت حال جرمنی، فرانس اور امریکہ کی ہے۔ گزشتہ کئی روز سے امریکہ کے جدید ترین کہے جانے والے شہر نیویارک میں قائم نیویارک یونیورسٹی اور کولمبیا یونیورسٹی میں مظاہرین جن میں غالب اکثریت درس وتدریس سے متعلق افراد اور طلبا وطالبات کی ہے، خیمہ زن ہیں۔ یہ لوگ غزہ میں جنگ بندی کا اور غیر مشروط جنگ بندی کا مطالبہ کر رہے ہیں۔ لیکن قانون نافذ کرنے والے ادارے اینٹی سیمیٹک قوانین (Antisemitsm) کا حوالہ دے کر ان مظاہروں کو ختم کرنے کی جستجو کررہے ہیں۔ کئی دن سے جاری ان مظاہروں پر قابو پانے کے لئے انتظامیہ یونیورسٹی کے اہلکار اور ارباب وحل وعقد کوششیں کررہے ہیں، مگر آہنی عزم مصمم کے ساتھ یہ نوجوان اپنے موقف پر قائم ہیں اور تادم تحریر ان کے مظاہرے جاری ہیں۔ یہ مظاہرے یالے یونیورسٹی، کولمبیا یونیورسٹی اور نیویارک یونیورسٹی وغیرہ میں ہورہے ہیں۔ مظاہرین کی حوصلہ شکنی کرنے کے لئے سخت پولیس کارروائی ہورہی ہے۔ نفسیاتی دباؤ ڈالنے کے لئے ہیلی کاپٹر اور ڈرونوں سے ان کی نگرانی ہورہی ہے۔ گزشتہ روز امریکہ کے صدر جوبائیڈن نے ان ان مظاہروں میں یہودیوں کے خلاف جذبات کو نکتہ چینی کا نشانہ بنایا ہے۔ ان کا کہنا ہے کہ ان مظاہروں میں یہودی کے جذبات کے خلاف بو آتی ہے۔ جبکہ حقیقت یہ ہے کہ یہ مظاہرے یہودی قوم کے خلاف نہیں بلکہ ان سب کے خلاف ہیں جو آنکھ بند کرکے غزہ کے لوگوں پر بم برسا رہے ہیں۔ یہی طرز عمل جرمنی میں دیکھا گیا جہاں اسرائیل کی بربریت کے خلاف ایک مذاکرے کو منعقد نہیں ہونے دیا گیا۔ دنیا بھر میں اظہار خیال کی آزادی کا ڈھنڈورہ پیٹنے والے جرمنی کے طرز عمل پر مختلف حلقوں میں ناپسندیدگی کا اظہار کیا جارہا ہے۔ خیال رہے کہ یہ وہی جرمنی ہے جس کے حکمراں ہٹلر نے یہودیوں کے خلاف انسانیت سوز کارروائیاں کرکے لاکھوں معصوم اور بے گناہ یہودیوں کو موت کے گھاٹ اتار دیا تھا اور اسی طرز عمل کو پوری دنیا نے نسلی تطہیر قرار دے کر سیاسی رویوں میں ایک نئی اصطلاح کو مروج کیا تھا۔ آج وہی جرمنی جس کو ہٹلر کے دور اقتدار کی غلطیوں سے سبق حاصل کرنا چاہئے تھا وہی طرز عمل فلسطینیوں کے خلاف استعمال کر رہا ہے۔ جرمنی نے کچھ ایسے رضا کار تنظیموں اور دیگر اداروں کے خلاف بھی کارروائی کی ہے جس پر یہ شبہ ہوتا ہے کہ وہ درپردہ اور کھلے عام صہیونی ریاست کی انسانیت سوز کارروائیوں کی مدد کر رہی ہے۔ یاد رہے کہ جرمنی کا شمار ان ممالک میں ہوتا ہے جو اسرائیل کو سب سے زیادہ ہتھیار فراہم کرتے ہیں۔ مغربی ایشیا کی اس چھوٹی سی ریاست جس کی مجموعی آبادی تقریباً ایک کروڑ ہے، اس کو اپنے وجود کو قائم رکھنے کے لئے بڑے پیمانے پر فوجی امداد، اسلحہ ساز انڈسٹری اور اسی طریقے کے دیگر متعلقہ صنعتوں اور صنعت کاروں کی مدد حاصل کرنی پڑ رہی ہے۔ یہ ایک اہم پہلو ہے جس پر تمام انصاف پسندوں کو غور کرنا چاہئے کہ اگر اسرائیل انصاف پسندی اور اقوام متحدہ کے چارٹر اور قراردادوں پر عمل کر رہا ہے تو اس کو اس قسم کی فوجی، اخلاقی اور سفارتی مدد کی کیوں ضرورت پڑ رہی ہے۔ اقوام متحدہ نے اسرائیل کی ریاست کو قائم کرنے کا جو مینڈیٹ دیا تھا اسرائیل نے اپنے وجود میں آنے کے بعد اس مینڈیٹ کو منمانے ڈھنگ سے بڑھایا اور اقوام متحدہ کے اصولوں، عالمی قوانین کی خلاف ورزی کرتے ہوئے عرب ملکوں کی سرزمینوں پہ وہ 1967 سے قابض ہے۔

ایسے حالات میں جبکہ وہ یعنی اسرائیل عالمی اداروں، قوانین کی کھلم کھلا مخالفت کر رہا ہے تو امریکہ، جرمنی، فرانس اور دیگر مغربی ممالک کو کیا ضرورت ہے کہ وہ اس کے خلاف قانون قبضے اور حرکات وسکنات کو جاری رکھنے کے لئے اسرائیل کو اسلحہ، اقتصادی مدد، سفارتی حمایت فراہم کرے۔ امریکہ اور جرمنی کے علاوہ فرانس جیسے ذمہ دار ممالک بھی اسی صورت حال کا شکار ہیں۔ فرانس میں ایک بڑی تعداد عربوں خاص طور پر افریقہ کے عرب ممالک کی رہتی ہے۔ یہ ان ممالک کے شہری ہیں جن پر ایک زمانے میں فرانس کا تسلط تھا۔ فرانس کے حکمرانوں اور ہر دور کے ارباب اقتدار نے اپنے منظور نظر اور معاون مسلم افریقی شہریوں کو بلا بلا کر اپنے ملک میں پناہ دی، ان کو تمام مراعات، سہولیات اور حقوق عطا کئے۔ آج یہ طبقہ فرانس کی معیشت اور سماج دونوں کا اہم جزء ہے، لیکن یہودی اور صہیونی اثرات کے سبب فرانس میں بھی مسلمانوں پر قدغن لگانے کی کوشش کی جاتی رہی ہے۔ 21 اپریل کو فرانس میں مسلمانوں کے خلاف نفرت کے مظاہروں، پرتشدد واقعات کے خلاف ایک بڑا اجتماع وہاں کے انصاف پسندوں، جمہوریت نوازوں اور اہل علم لوگوں نے رکھا تھا، مگر فرانس میں مصروف کار کچھ اسرائیل نواز اور یہودی پرست لوگوں نے اس مظاہرے کے انعقاد میں قانونی رکاوٹیں پیدا کرنے کی کوشش کی اور ارباب اقتدار سے مل کر ہر ممکن کوشش کی گئی کہ انصاف پسند عوام فرانس کے اس تازہ صورت حال کے خلاف کوئی مظاہرہ نہ کرسکیں، مگر عدلیہ نے اس مظاہرے کو منعقد کرنے کی اجازت دے دی۔ یہ صورت حال فرانس میں قانون نافذ کرنے والے اداروں کے اس رویہ کے خلاف بھی اظہار ناراضگی تھا جس میں ایک سال پہلے ایک 17 سال کے الجیریا کے ناہیل نام کے لڑکے کو گولی ماردی تھی۔ خیال رہے کہ یہ لڑکا ایک کار ڈرائیو کر رہا تھا کیونکہ فرانس میں کم عمر اور غیر لائسنس یافتہ نابالغ لڑکوں کی ڈرائیونگ پر پابندی ہے لیکن یہ اپنے سامنے پولیس کو دیکھ کر راہ فرار اختیار کر رہا تھا مگر پولیس نے اس کو روکنے کے لئے براہ راست اس پر فائرنگ کردی۔ اس پر فرانس کے اندر عوامی سطح پر اور انتظامی سطح پر مسلمانوں خاص طور پر افریقہ کے ممالک کے تئیں جانبدارانہ رویہ کا واضح اشارہ ملتا ہے۔ افریقہ کے لوگوں نے اس واقعہ پر زبردست مظاہرے کئے اور ایسا لگا کہ فرانس میں مسلمانوں اور ارباب اقتدار کے درمیان ایک خلش پیدا ہوگئی ہے اور یہ معاشرہ خاص طور پر افسران بطور خاص پولیس افسران مسلمانوں اور افریقی نسل کے سیاہ فام یا گندمی رنگ والے افراد کے خلاف پرخاش رکھتے ہیں۔ اس واقعہ نے فرانس کو ایک بحران سے دوچار کردیا تھا۔ یہ وہ دور تھا جب فرانس میں صدارتی الیکشن کی مہم شباب پر تھی۔ یہ کوئی پہلا واقعہ نہیں تھا جو فرانس کے ارباب اقتدار کے رویہ کی طرف اشارہ کرنے والا تھا۔ اس قسم کے واقعات سے فرانس کی گزشتہ 10 سال اور اس سے بھی طویل تاریخ سے بھری پڑی ہے۔ یہ تمام واقعات اس بات کی طرف اشارہ کرتے ہیں کہ مغرب کے لوگ تمام تر بلندو بالا دعووں اور نعروں کے باوجود افریقہ، سیاہ فام اور مختلف اقلیتوں سے وابستہ افراد کے تئیں جانبدارانہ سلوک کرتے ہیں۔ ☆

COLUMBIA UNIVERSITY BO
PALESTINE
END ALL

حصول علم میں ایک خاتون کی سبق آموز جدوجہد

عبدالعزیز

اس خاتون نے ارادہ کرلیا کہ وہ خود تعلیم حاصل کرے گی اور اپنے بچوں کو اعلیٰ تعلیم دلوائے گی۔ خود تو کچھ پڑھی لکھی تھیں۔ دو سال کے عرصے میں مراٹھی کی تین کتابیں پڑھ ڈالیں اور انگریزی میں ABCD سے شروع کرکے ساتویں جماعت کی انگریزی پڑھنے، لکھنے، سمجھنے کے قابل ہوگئیں۔ محترمہ عائشہ بیگم روزانہ گھنٹہ دو گھنٹے ٹیوشن دیتیں۔ جب انھیں دن میں فرصت نہ ملتی تو رات دو بجے اس خاتون کو نیند سے جگا دیتیں، پھر تعلیم شروع ہوتی۔ نہ تو اس خاتون کو نیند آتی اور نہ اس مدرٹریسا کے جذبۂ خدمت کی آگ مدھم ہوتی۔

قریب چالیس برس پہلے کی بات ہے کہ مہاراشٹر کے ایک ضلع کے مستقر پر ایک صاحب امریکہ سے زراعت کے شعبہ میں پی ایچ. ڈی کی ڈگری لے کر آئے اور زرعی کالج میں پروفیسر ہوگئے۔ باوجود اعلیٰ تعلیم یافتہ ہونے کے کٹر مذہبی قسم کے آدمی تھے۔ اپنے گھر والوں کو پردہ کی سختی سے پابندی کرواتے۔ ان کی ایک لڑکی گرلز ہائی اسکول کی چھٹی جماعت میں پڑھتی تھی جو سائیکل رکشہ میں پردہ باندھ کر خود بھی برقعہ میں ملفوف ہوکر آتی جاتی۔ ایک روز وہ پردہ سے باہر چہرہ نکال کر دیکھ رہی تھی۔ غضب ہوا کہ اباجان کی نظر راستہ سے آتے ہوئے پڑگئی۔ شام میں یہ لڑکی گھر واپس آئی تو وہ اس پر برس پڑے اور زور سے منہ پر طمانچہ مارا کہ لڑکی کا ایک دانت ٹوٹ کر گر گیا اور منہ لہولہان ہوگیا۔ دوسرے ہی دن لڑکی کا نام اسکول سے خارج کروالیا اور گھر سے باہر قدم رکھنے کی ممانعت کردی۔

یہ سارا واقعہ گرلز ہائی اسکول کی ہیڈ مسٹریس عائشہ بیگم کے علم میں آیا۔ ویسے یہ واقعہ ساری آبادی میں مشہور ہوچکا تھا۔ یہ غریب، ذہین اور مظلوم طالبہ اور خواتین کی مدد کا نصف صدی کے دوران ایک شاندار ریکارڈ رکھتی ہے۔ انھوں نے ان پروفیسر صاحب سے ملنے کیلئے وقت مانگا۔ وہ بڑی مشکل سے راضی ہوئے کہ دیوان خانہ کے درمیان پردہ ہوگا اور پردہ کی اوٹ سے بات ہوگی۔ محترمہ نے پروفیسر صاحب کو بہت سمجھایا کہ ایک معصوم لڑکی کو اتنی سخت سزا دینا اور اسکول ہی سے خارج کر لینا مناسب نہیں، لیکن وہ کسی طرح راضی نہ ہوتے تھے۔ محترمہ نے کہا کہ جب تک آپ اپنی لڑکی کو دوبارہ اسکول نہ بھجوائیں گے میں یہاں سے ٹلنے والی نہیں ہوں۔ جب جا کر پروفیسر صاحب کے اندازِ فکر میں نرمی پیدا ہوئی۔ ہیڈ مسٹریس کی شخصی ذمہ داری پر وہ اپنی لڑکی کو دوبارہ اسکول بھیجنے پر آمادہ ہوگئے۔

اس واقعہ کے دو سال بعد ان پروفیسر صاحب کا اچانک انتقال ہوگیا۔ وہ 26 سال کی بیوہ اور پانچ بچوں کو اس دنیا میں بے سہارا چھوڑ کر چلے گئے۔ کوئی تیسرے دن محترمہ کو معلوم ہوا کہ پروفیسر صاحب کا انتقال ہوگیا ہے۔ وہ کسی اور مقام پر تھیں۔ وہاں سے سفر کرکے پرسہ دینے کیلئے واپس آئیں۔ جب میں نے اس خاتون کو دیکھا جس کا سفید رنگ پیلا پڑچکا ہے اور وہ بجائے رونے دھونے کے ساکت وخاموش بیٹھی ہوئی ہیں۔ پوچھنے پر کہنے لگیں کہ شوہر کے جانے کا غم تو بہت ہے لیکن ان پانچ بچوں کا کیا ہوگا (جن میں دودھ پیتا بچہ بھی تھا)۔ اسی روز مالک مکان کا نوٹس بھی موصول ہوا تھا کہ مکان فوراً خالی کردیں۔ بیوہ کے والد ریٹائرڈ پولیس آفیسر تھے اور دیہات میں زمیندار تھے۔ انھوں نے کہا کہ وہ اپنے گھر واپس آجائے اور ماہانہ ایک تھیلا غلہ کا وہ انتظام بھی کردیں گے۔

"When Troubles Come,
They Come in Battalions".
(Shakespear)
(جب بلائیں آتی ہیں تو فوج درفوج آتی ہیں)

عائشہ بیگم نے دلاسہ دیا اور اس اجنبی خاتون کو اپنے وسیع مکان میں رہنے کا مشورہ دیا۔ وہ دوسرے ہی روز بجائے اپنے والد کے گھر جانے کے محترمہ عائشہ بیگم کے مکان آگئیں اور مہر کی کچھ رقم تھی وہ کام آئی۔

اصل کہانی شوہر کے انتقال کے بعد شروع ہوتی ہے۔ شوہر کا مرنا کیا تھا کہ خاندان کے سب ہی افراد پر تعلیم کے دروازے کھل گئے۔ مرحوم تو لڑکیوں کی تعلیم کے دشمن تھے۔ اس بیوہ نے تعلیم کیلئے جو جدوجہد اور جانفشانی کی ہے ایسی مثال بہت کم دیکھنے یا سننے میں آئی۔ محترمہ عائشہ بیگم کہتی ہیں کہ میں نے صرف اپنے گھر میں رہنے کا سہارا دیا لیکن وہ اس نے سہارے کو غنیمت جان کر ایسی مثال قائم کردی کہ میں آج تک دنگ ہوں۔ اگر ڈپٹی نذیر احمد کو اس خاتون کی تعلیمی جدوجہد کا علم ہوجاتا تو شاید وہ عورتوں کی تعلیم وتربیت پر ”مرآۃ العروس“ جیسا ایک اور ناول لکھ ڈالتے۔

اس خاتون نے ارادہ کرلیا کہ وہ خود تعلیم حاصل کرے گی اور اپنے بچوں کو اعلیٰ تعلیم دلوائے گی۔ خود تو کچھ پڑھی لکھی تھیں۔ دو سال کے عرصے میں مراٹھی کی تین کتابیں پڑھ ڈالیں اور انگریزی میں ABCD سے شروع کرکے ساتویں جماعت کی انگریزی پڑھنے، لکھنے، سمجھنے کے قابل ہوگئیں۔ محترمہ عائشہ بیگم روزانہ گھنٹہ دو گھنٹے ٹیوشن دیتیں۔ جب انھیں دن میں فرصت نہ ملتی تو رات دو بجے اس خاتون کو نیند سے جگا دیتیں، پھر تعلیم شروع ہوتی۔ نہ تو اس خاتون کو نیند آتی اور نہ اس مدرٹریسا کے جذبۂ خدمت کی آگ مدھم ہوتی۔

یہ خاتون مشین پر سلائی اور اِمبرائیڈری کے کام میں طاق تھیں۔ عائشہ بیگم اپنے اثرات اور تعلقات کی بنا پر کئی خاندانوں کے کپڑے سلوائی کیلئے لے کر آجاتی تھیں اور ہوم ورک دیتیں۔ یہ خاتون دن ورات سلائی کرتیں۔ اس طرح بچوں کی پرورش ہوتی گئی۔ بالآخر وہ مڈل (درجہ ہفتم) کے امتحان میں کامیاب ہوگئیں اور چند ہی دنوں میں مڈل ٹرینڈ ہوکر کسی گورنمنٹ پرائمری اسکول میں ٹیچر ہوگئیں۔ اس طرح معاشی حالات کسی حد تک بہتر ہوگئے۔ اس خاتون نے اس راز کو پالیا تھا کہ جو غریب، بے کس، بے سہارا ہیں وہ معاشرے میں تعلیم ہی سے اوپر آسکتے ہیں۔

ان کے چھ بھائی بہن دیہات میں رہتے تھے جو زیادہ پڑھے لکھے نہیں تھے۔ معمولی سی زراعت کے کام میں لگے ہوئے تھے۔ انھیں خیال آیا کہ اپنے بھائی، بہن اور رشتہ داروں کے بچوں کو دیہات سے لاکر اپنے پاس رکھ کر تعلیم کا انتظام کرنا چاہئے۔ چنانچہ 30-25 سال کے عرصے میں ان بچوں کی تعداد پچاس سے زائد ہوگئی۔ آپ یہ سن کر حیرت میں پڑ جائیں گے کہ ان میں کوئی آج گریجویٹ سے کم نہیں۔ بی اے، بی ایس سی، ایم اے، ایم ایس سی، ایم ایڈ، پی ایچ. ڈی، بی ای، ایم بی بی ایس، پانچ چھ ڈاکٹر، چھ سات انجینئر، لیکچرر، پروفیسر، گزیٹیڈ آفیسر، اسکول کے ٹیچرز وغیرہ ہیں۔ حال ہی میں اسی خاتون کا ایک لڑکا محترمہ عائشہ بیگم سے ایک عرصہ کے بعد ملنے آیا جو ماہانہ تیس ہزار روپے تنخواہ پاتا ہے اور وہ صاحبزادی جن کا دانت ٹوٹ گیا تھا ان کی ایک لڑکی ایم بی بی ایس ڈاکٹر ہے جن کی شادی بھی ایک ڈاکٹر سے ہوئی ہے۔ ’ہمہ خاندان آفتاب است‘ کی مثال۔

دو سال قبل یہ خاتون اورنگ آباد سے حیدر آباد تشریف لائی تھیں۔ محترمہ عائشہ بیگم کے ذریعہ اس خاتون سے میری ملاقات ہوئی۔ باتوں باتوں میں میں نے کہا کہ مولانا سید سلیمان ندویؒ کا قول ہے کہ ”اگر ایک غریب ذہین لڑکے کو اعلیٰ تعلیم دلوادو تو پھر اس کی تیسری، چوتھی پشت تک اس کے خاندان میں کوئی غریب باقی نہیں رہے گا“۔ کہنے لگیں وہ تو بہت دور کی بات ہے۔ دیکھئے میں نے اپنے ہی خاندان کی موجودہ نسل کو مختصر سی مدت میں تعلیم سے آراستہ کروا کر انھیں معاشرہ میں بہت بڑا مقام ملتے ہوئے دیکھ لیا ہے۔

اس خاتون کی تعلیمی جدوجہد کو ہم نے ’’انقلابی‘‘ لکھا ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ یہ ایک متوسط خاندان کی غریب دیہاتی لڑکی جس کو لکھنے پڑھنے کا شدبد ہو، افتادِ زمانہ نے اسے آسمان سے زمین پر پٹخ دیا ہو، اپنے بچوں کو جس طرح تعلیم دینے کی جدوجہد کی اور خود مڈل تک پڑھنے میں کامیاب ہوئیں، بے شک داد دینے کو جی چاہتا ہے، لیکن ایک تعلیمی مشن کے طور پر اپنے خاندان اور رشتہ داروں کے پچاس سے زائد لڑکے اور لڑکیوں کی اعلیٰ تعلیم تک کسی نہ کسی طرح اپنی نگرانی میں انتظام کرنا بھی حیرت انگیز ہے۔ ایسی مثال کسی دولت مند بڑے خاندانوں میں بھی آج تک دیکھنے اور سننے میں نہیں آتی ہے۔

یہاں پر عائشہ بیگم کے تعلیمی مشن کا ایک روشن پہلو سامنے آتا ہے۔ اگر یہ نیک نفس خاتون ایسے نازک وقت پر انھیں سہارا نہ دیتیں اور پانچ بچوں کی ماں کو جس کو وہ پوری طرح نہ جانتی ہوں، اپنے گھر لاکر ٹھہرالینا بڑے حوصلے کا کام ہے ورنہ یہ دمکتا موتی کہیں کوڑے کرکٹ، کنکر پتھروں میں گم ہوجاتا۔ محترمہ عائشہ بیگم بار بار کہتی رہیں کہ میں نے ایسی جفاکش، دور اندیش، جرأت مند، مصمم ارادہ والی نیک نفس، شگفتہ مزاج خاتون جس کی پیشانی پر کبھی شکن نہ آیا ہو اپنی زندگی میں نہیں دیکھا۔ اے گمنام، نیک نام خاتون تیری زندگی اور کشمکش حیات، تیرا حوصلہ، تیرا تعلیمی مشن، سیکڑوں خاندانوں کیلئے مینارۂ نور ثابت ہوگا۔

(استفادہ از: تعلیم ایک تحریک، ایک چیلنج)

یہ کلی بھی اس گلستانِ خزاں منظر میں تھی
ایسی چنگاری بھی یارب اپنی خاکستر میں تھی
(اقبال)

’ایکس‘ کی دنیا

@The New Arab

قاہرہ میں اسرائیل کے رفح میں ممکنہ حملہ پر تشویش ہے اور اس میں اس کو سخت جانی ومالی نقصان کا ڈر ہے۔ اس کے علاوہ اس کو یہ ڈر بھی ستا رہا ہے کہ اس حملہ کی صورت میں بڑی تعداد میں فلسطینی رفیوجی بھی اس کے سرحد میں داخل ہوسکتے ہیں۔ اسرائیل اس خطے کو فوجی کنٹرول والا خطہ بنا دیتا ہے تو اس سے بھی مصر کے دفاعی نظام پر دباؤ پڑے گا۔

@Ahram Online

اسرائیل کے مبینہ حملے میں لبنان میں ایک کار پر حملہ۔ ایک ہلاک

سیاہ پوش@

کچھ گلے کہنے کے نہیں محسوس کرنے کے ہوتے ہیں پیاری
ان کے لفظوں کی چیخیں ہر کسی کو سنائی بھی نہیں دیتیں

@Times Now

کرناٹک کے وزیر قانون ایم کے پاٹل نے وزیراعظم کی ہیٹ اسپیچ پر ان کو نااہل قرار دینے کی اپیل کی ہے۔ انہوں نے کہا ہے کہ الیکشن کمیشن کو وزیراعظم نریندر مودی کے خلاف نااہل قرار دینے کی کارروائی شروع کرنی چاہئے۔

@Qudus News Network

اسرائیل کے جنگی جہازوں نے شمالی غزہ کے بیت لاہیہ میں بم برسائے ہیں۔

@The Faqir

غزل کے روپ میں وہ روبرو جو ہو محسن
لبوں سے لفظ اڑیں، ہاتھ سے کتاب گرے

@The Times of India

سلمان خان کی رہائش گاہ کے باہر فائرنگ کے معاملہ میں ممبئی کرائم برانچ نے واردات میں استعمال ہونے والی گن برآمد کرلی۔ یہ گن سورت کی تاپی دریا سے ملی ہے۔ اس گن کے ساتھ تین میگزین بھی برآمد ہوئی ہیں۔

@PALESTINE ONLINE

جنوبی غزہ کے خان یونس علاقہ میں اسرائیل کی لگاتار بمباری سے زبردست تباہی کے دلخراش مناظر۔

@Reuters

پاکستان کے وزیر خزانہ کا کہنا ہے کہ ان کے ملک کو جولائی میں آئی ایم ایف سے ملنے والے لون کا انتظار ہے۔

زین@

مسلم امیدواروں سے اسلام کے بارے میں ان کے نظریات کی بابت سوال کیا جاتا ہے۔ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ نظام کس طرح کام کرتا ہے اور اس میں کتنی انتہا پسندی ہے۔ یعنی کیا انٹرویو لینے والے ہندو امیدوار سے پوچھیں گے کہ ان کے ستی اور دیگر ایشوز پر کیا نظریات ہیں۔

@Sky News Australia

نیٹفلکس پر پیش کی جانے والی دو حصوں پر مشتمل سیریل پر پرنس ہیری اور میگھن مارکل کے درمیان اختلافات کی خبریں۔

@Rajnath Singh

گجرات کے سورت میں ہمارا امیدوار بلامقابلہ منتخب ہوگیا ہے اور بی جے پی کی جیت کا سلسلہ شروع ہوگیا ہے، مگر کانگریس کہہ رہی ہے کہ جمہوریت کے حق میں نہیں ہے۔ کانگریس اور دیگر پارٹیوں کے امیدوار بلامقابلہ منتخب ہوجاتے تو جمہوریت مضبوط ہوتی اور اب جب ایک امیدوار جیت گیا ہے تو وہ کہہ رہے ہیں کہ جمہوریت کمزور ہوگئی ہے۔ عوام کی آنکھوں میں دھول مت جھونکئے۔

@Nitin

سورت سے کانگریس کا وہ امیدوار جس کا پرچہ نامزدگی رد ہوگیا تھا بی جے پی میں شامل ہوگیا ہے۔ یہ بی جے کے ذریعہ بھیجا گیا پٹھو تھا۔ دیکھنا یہ ہے کہ الیکشن سے پہلے کتنے اور لوگ ایسا کریں گے۔ کانگریس کا امیدوار چننے میں کیا طریقہ کار ہے۔ یہ ہندوستان کی سیاست میں گراوٹ کی ایک بدترین مثال ہے۔

@National Herald

ایک بار پھر راجستھان میں وزیراعظم نریندر مودی نے ایس سی/ایس ٹی کے خلاف مسلم کارڈ کھیلا ہے۔ کانگریس نے ریزرویشن کا دائرہ بڑھا کر مذہب کی بنیاد پر کرنے کی کوشش کی ہے۔ پارٹی بڑی خطرناک سازش رچ رہی ہے اور دولت کو کچھ خاص لوگوں کو تقسیم کرنے کی کوشش کررہی ہے۔

@Live Law

آپ کا معذرت نامہ آپ کے اشتہار سے بڑا ہے۔ سپریم کورٹ کا پتانجلی آیورویدسے استفسار۔ ”آپ جب معافی مانگیں اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ آپ اس کو مائیکرواسکوپ سے تلاش کریں۔“

@Jansatta

لوک سبھا الیکشن: سماجوادی پارٹی کے 25 فیصد امیدوار پرانے بی ایس پی کے لیڈر ہیں۔ مایاوتی بھی کھڑی کررہی ہیں مشکلیں، گڑھ میں بی جے پی کو دے رہی ہیں چیلنج۔

@IANS

سابق وزیراعظم منموہن سنگھ نے کہا تھا کہ آخری صف میں کھڑے لوگوں کا وسائل پر حق ہے اور ہندوستان کے مسلمان آخری قطار میں کھڑے ہوئے ہیں۔

کانگریس لیڈر راشد علوی کی وضاحت

@Times Now

(میری) تقریر نے ہیجان میں مبتلا کردیا ہے۔ وزیراعظم نریندر مودی نے کانگریس پر ایسا حملہ دوبارہ شروع کیا۔ کانگریس جائیدادوں کو چھیننا چاہتی ہے۔

@Times of Gaza

(غزہ) ناقابل بیان صورت حال ہے جب لوگوں کو اپنے بچوں کی لاشوں کو (اجتماعی قبروں سے) نکال کر دوبارہ صحیح طریقہ سے دفنانا پڑ رہا ہے۔ غزہ کے لوگ خان یونس میں ناصر اسپتال کی اجتماعی قبروں میں اپنے بچوں اور دیگر رشتہ داروں کی لاشوں کی شناخت کررہے ہیں اور دوبارہ تدفین کررہے ہیں۔

☆☆☆

ایکس پر چلنے والے ٹرینڈ قارئین کی دلچسپی کیلئے پیش کئے جارہے ہیں

ایکس یوزر کے ذریعہ ظاہر کی گئیں آراء ان کی ذاتی ہیں اور ادارہ اس کیلئے کسی طرح ذمہ دار نہیں